AFKĀR *Journal of Islamic & Religious Studies*
Volume 6, Issue 1, March 2022, PP:01-14
E-ISSN 2616-8588; P-ISSN 2616-9223
www.afkar.com.pk; hjrs.hec.gov.pk

اُردو منتخب تفسیری ادب میں تکوینِ کائنات سے متعلق کلامی مباحث کا تجزیاتی مطالعہ

Analytical Study of Discourses related to the Creation of Universe in selected Urdu Exegetical Literature

Waqas Ahmad [1], Shabbir Hussain [2]
[1] *Doctoral Candidate, Department of Islamic Studies, Mohi-ud-Din Islamic University AJ&K., Pakistan*
[2] *Associate Professor, Department of Islamic Studies, Al-Qadir University Project Trust, Jhelum, Pakistan*

ABSTRACT

This universe, which is called Universe in English, literally means a unique species. It has always been the center of human attention. Initially, it was considered that it might be the only species of its kind. And the existence of another such universe is not possible under any circumstances. In general, there is an organized and organized system of cosmic objects and treasures between them. Which is created by the creator of the universe. In the beginning, man thought that this universe is limited only to our planet, therefore, the center of all his efforts has been this earth, sky and man. Human imaginations kept them wandering around the things that when, where, or Ruks created this universe? How does it work? What are the limits of this universe? Can human consciousness reach the height where the correct understanding of the universe is possible? When this universe was created, under what principles has it evolved? What is the end point of this universe in relation to the rules and regulations that reveal the different destinations of this evolutionary journey? In the history of human sciences, there are many theories about the existence of the universe that describe the countless conditions of its beginning. Initially, the hypothesis was established that this universe is not completely solid and unchanging, but with movement. It is also expanding. According to the careful assumptions of recent scientific research, about fifteen billion years have passed since the birth of this universe. What was it before? Science is completely unable to answer this. Therefore, the solution of this mystery is possible only with complete faith in this statement of the Almighty.

Keywords: *Universe, Evolutionary Journey, Existence of Human.*

Corresponding author's email: shabbir.hussain@alqadir.edu.pk

CC BY

یہ کائنات جسے انگریزی میں Universe کہا جاتا ہے جس کا لفظی مطلب ایک منفرد نوع ہے۔ ہمیشہ سے ہی انسان کی توجہ کا مرکز بنی رہی ہے۔ ابتدا میں یہ سمجھا جاتا رہا ہے کہ شاید یہ اپنی نوع کی واحد قسم ہے۔ اور ایسی کسی اور کائنات کا وجود کسی بھی صورت ممکن نہیں ہے۔ عام طور پر کائنات سے اجرام فلکی اور اُن کے درمیان خزائن اور ان کا منظم و مربوط نظام ہے۔ جو خالق کائنات کا تخلیق کردہ ہے۔ شروع شروع میں انسان یہ سمجھتا رہا کہ یہ کائنات صرف ہمارے سیارے تک ہی محدود ہے اسی لیے اس کی تمام ترکاوشوں کا مرکز یہ زمین، آسمان اور انسان ہی رہے ہیں۔ انسانی تصورات ہی انہیں چیزوں کے گرد گھومتے رہے کہ یہ کائنات کب، کہاں اور کس نے پیدا کی؟ اس کے کام کرنے کا طریقہ کار کیسا ہے؟ اس کائنات کی حدیں کہاں تک ہیں؟ انسانی شعور کیا اس بلندی پر پہنچ سکتا ہے جہاں کائنات کی صحیح معنوی تفہیم ممکن ہو سکے؟ جب یہ کائنات بنی تو اس کا ارتقاء کن اصولوں کے تحت ہوا ہے۔ وہ اصول وضوابط جو اس ارتقائی سفر کی مختلف منازل کو آشکار کرتے ہیں اُن کے حوالے سے اس کائنات کا نقطہ انتہا کیا ہے؟[1]

علوم انسانی کی تاریخ میں وجود کائنات کے بارے میں بہت سے نظریے ہیں جو اس کے آغاز کی کیفیات کو بیان کرتے ہیں۔ ابتدائی طور پر یہ مفروضہ قائم ہوا کہ یہ کائنات بالکل ٹھوس اور تبدیل شدہ نہیں ہے بلکہ متحرک ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں وسعت بھی آ رہی ہے۔ حالیہ سائنسی تحقیق کے محتاط مفروضوں کے مطابق اب تک اس کائنات کو پیدا ہوئے تقریباً پندرہ ارب سال گزر گئے ہیں اس سے قبل یہ کیا چیز تھی؟ اس کا جواب سائنس دینے سے بالکل عاجز ہے۔[2] لٰہذا رب العزت کے اس ارشاد پر کامل ایمان سے ہی اس معمے کا حل ممکن ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِذَا قَضٰٓی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ[3]

ترجمہ: جب وہ کام کرنا ٹھراتا ہے تو صرف اس کو کن کہتا ہے سو وہ ہو ہی جاتا ہے

لٰہذا موجودہ بحث میں ہم منتخب اُردو تفسیری ادب میں تکوینِ کائنات سے متعلق کلامی مباحث کے تجزیاتی مطالعہ پیش کریں گے۔

اَللّٰہُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَہَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ کُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ بِلِقَآءِ رَبِّکُمْ تُوْقِنُوْنَ ﴿﴾ وَہُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِیْہَا رَوٰسِیَ وَاَنْہٰرًا ؕ وَمِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیْہَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّہَارَ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ﴿﴾ [4]

ترجمہ: اللہ تو وہ ہے کہ جس نے آسمانوں کو بغیر ستون کے بلند کیا جن کو تم دیکھ رہے ہو پھر وہ تخت پر جا بیٹھا اور سورج اور چاند کو حکم پر چلایا جو ہر ایک اپنے وقت معین پر چل رہا ہے وہ ہر ایک بات کا انتظام کر رہا ہے اور کھول کھول کر نشانیاں نشانیاں بتاتا ہے کہ کہیں تم اپنے رب سے ملنے کا یقین کرو اور اسی نے تو زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور دریا بنائے اور زمین میں ہر ایک پھل دو قسم کا بنایا۔ دن کو رات سے ڈھانک دیتا ہے البتہ اس میں غور کرنے والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔

مولانا ابو الکلام آزاد ان آیات کی تشریح و توضیح اس طرح کرتے ہیں:

"اللہ کی ہستی اور آخرت کی زندگی پر بُرہان، حکمت و ربوبیت کا استدلال ہے اور اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ آسمان اور زمین کی ہر چیز کسی ایسی ہستی کی موجودگی کی شہادت دے رہی ہے۔ جو کچھ جس نے بنایا ہے مصلحتوں و حکمتوں کی وجہ سے ہی بنایا ہے اور یہاں کا ذرّہ ذرّہ اُسی کی تدبیر و انتظام سے ہی اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہے اور پھر فرمایا کہ ان نشانیوں کا تفکر قلوب و

اذہان میں یقین پیدا کر دیتا ہے کہ انسانی زندگی صرف اتنے ہی کاموں کے لیے نہیں ہو سکتی جتنی حیاتِ دنیاوی میں نظر آ رہی ہے۔[5] اس آیت میں قدرت و حکمتِ الٰہی کے تین مرتبے اجاگر کیے گے ہیں۔ ان میں سے پہلا یہ کہ اجرامِ سماویہ کو پیدا کیا اور فضا میں پھیلا دیا وہ بلند ہیں اور کوئی سہارا نہیں جو انہیں تھامے ہوئے ہو۔ محض جذب و انجذاب کا قانون ہے جس کے توازن نے انہیں اپنی جگہ معلق رکھا ہے۔

یہ اُن کی پیدائش تھی لیکن اب ان کے قیام و اجراء کے لیے ضروری تھا کہ احکام و قوانین ہوں اور نافذ ہو جائیں۔ پس اس تمام کائناتِ ہستی پر اللہ کی فرماں روائی نافذ ہو گئی۔ یہ احکام و قوانین کس طرح نافذ ہوئے؟ اس طرح کہ سورج اور چاند کو دیکھو۔ احکامِ الٰہی نے کس طرح انھیں مسخر کر رکھا ہے؟

پھر بعد ازاں اس معاملہ کو بڑے احسن انداز میں بیان فرمایا "یدبر الامر" اور یہاں یہی بات بنائے استدلال ہے یعنی یہ سب کچھ جو ہوا اور ہو رہا ہے اس حقیقت کی شہادت ہے کہ یہاں تدبیر امور کرنے والا ایک ہاتھ موجود ہے ورنہ ممکن نہ تھا کہ یہ سب کچھ ظہور میں آ جاتا۔ اسی طرح زمین کو دیکھو وہ ایک گیند کی طرح گول ہے۔ پھر زمین میں روئیدگی کی کیسی عجیب و غریب قوت پیدا کر دی کہ اس کی تمام سطح طرح طرح کی خوش ذائقہ غذاؤں کا خوانِ نعمت بن گئی ہے۔

کائناتِ ہستی کی ان تمام کاریگریوں کا اس کی نگرانی کے ساتھ نافع و کارآمد ہونا اور مخلوقات کی ضروریاتِ زندگی کا اس عجیب و غریب کارفرمائی کے ساتھ انتظام پانا کیا اس حقیقت کا اعلان نہیں ہے کہ ایک پرورش کنندہ اور مدبر ہستی موجود ہے اور یہاں جو کچھ ہو رہا ہے وہ کسی نہ کسی مقصد اور منتہی ہی کے لیے ہو رہا ہے؟"[6]

کائنات کا چھے دنوں میں پیدا ہونا:

وہ تمام اشارات جن کا ذکر زمین و آسمان کی ابتدائی پیدائش کے بارے میں ہوا ہے ان کو بیان کیا جاتا ہے:

۱۔ آسمان و زمین کی پیدائش ایک ایسے مادہ سے ہوئی جسے قرآن "دُخَانٌ" کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ وَ ہِیَ دُخَانٌ (حٰمٓ السجدہ:11) "دُخَانٌ" کے معنی دھواں کے ہیں۔

۲۔ یہ تمام کائنات بیک وقت ظہور میں نہیں آ گئی۔ بلکہ تخلیق کے مختلف دور یکے بعد دیگرے طاری ہوئے۔ یہ دور چھے تھے۔

۳۔ سات ستاروں کی تکمیل دو دورں میں ہوئی۔ فَقَضٰہُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ (حٰمٓ السجدہ:12)۔

۴۔ تمام اجسامِ حیہ (یعنی نباتات و حیوانات) کی پیدائش پانی سے ہوئی وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ [7]

۵۔ انسان کے وجود پر بھی یکے بعد دیگرے مختلف حالتیں گزری ہیں۔ وَ قَدْ خَلَقَکُمْ اَطْوَارًا [8]

مولانا ابوالکلام آزاد رقمطراز ہیں:

"ان تمام اشارات کا ماحصل بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء میں مادہ دُخانی تھا پھر اس میں انقسام ہوا۔ یعنی بہت سے ٹکڑے ہو گئے پھر ہر ایک ٹکڑہ کرہ کی شکل اختیار کر گیا اور اسی کے ایک ٹکڑے سے زمین بنی پھر زمین میں کوئی ایسی تبدیلی واقع ہوئی

کہ دخانیت نے مائیت کی شکل اختیار کر لی یعنی پانی پیدا ہو گیا پھر خُشکی کے قطعات درست ہوئے۔ پھر پہاڑوں کے سلسلے نمایاں ہوئے۔ پھر زندگی کا نمو شروع ہوا اور نباتات ظہور میں آ گئیں۔

زمانہ حال میں آسمانی ستاروں کی ابتدائی نشو و نما اور اسی طرح کرہ ارضی کے بارے میں ابتدائی تخلیق کے لیے جو نظریات تسلیم کیے گے ہیں یہ نظریے ظاہری طور پر ان کو تقویت پہنچاتے ہیں اسی طرح اگر ہم چاہیں تو ان بنیادوں پر توضیح و تشریح کی بہت بڑی بڑی عمارتیں قائم کر سکتے ہیں لیکن در حقیقت محال ہے۔ ان نظریات کو کتنا ہی مستند مان لیا گیا ہو مگر پھر بھی تو یہ نظریے ہی ہیں اور یہ جذم و یقین کے ساتھ اصل حقیقت کے بارے میں نہیں بتا سکتے۔ لہٰذا یہ مسئلہ علم غیب سے متعلقہ ہے ہم اپنے علم و ادراک کے ذریعے اس کی حقیقت کو نہیں جان سکتے اور قرآن مجید کا مقصد بھی ان اشاروں سے تخلیق عالم کی تفصیل اور تحقیق مراد نہیں ہے مگر اللہ کی قدرت و حکمت کی جانب انسان کی توجہ مبذول کروانا مقصود ہے۔"[9]

مولانا ابو الکلام آزاد کا تکوینِ کائنات کے متعلق نظریہ:

زمانہ حال میں کرہ ارضی کی ابتدائی تخلیق اور اجرام سماویہ کی ابتدائی نشو و نما کے بارے میں جو نظریات مان لیے گے ہیں یہ نظریے ظاہری طور پر ان کو تقویت پہنچاتے ہیں۔ اگر ہم ان بنیادوں پر شرح و تفصیل کی بڑی بڑی عمارتیں قائم کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں ایسا کرنا کسی طور درست نہیں ہو گا۔ یہ تصورات کتنے ہی قابل یقین ہوں پھر بھی جزم و یقین کے ساتھ صحیح طور پر حقیقت کا فیصلہ کرنے سے قاصر ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسکا تعلق عالم غیب سے ہے جس کی حقیقت و ماہیت ہم اپنے فہم و ادراک کے ذریعے معلوم نہیں کر سکتے اس لیے قرآن کا انداز بیان ان تمام اشارات سے تخلیق کائنات کی تحقیق و جستجو نہیں ہے بلکہ ان تمام اشارات کا مقصد و منشاء اللہ تعالی کی قدرت و حکمت کی طرف انسان کی توجہ مبذول کرنا ہے۔

مولانا عبد الحق حقانی چند نشانیوں کا ذکر کرتے ہیں:

"رات دن کا بتعاقب آنا اس کے علاوہ جو انسان و دیگر مخلوقات کے لیے ہیں جیسا کہ رات میں سونا آرام کرنا، دن میں روزی تلاش کرنا، پھلوں پھولوں کا نمودار ہونا اُس کی قدرت کی بھی ایک دلیل واضح ہے۔ پھر آفتاب کی مختلف حرکات اور مختلف طور پر طلوع و غروب کرنے میں، رات دن کے پیدا ہونے میں ہزاروں فوائد ہیں۔ چاند اور سورج کی اس چال کو جب ناظر آسمان کی طرف غور کر کے دیکھتا ہے تو گویا یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس نیلے رنگ کے دریا میں یہ دو مچھلیاں تیرتی پھرتی ہیں۔ ان کی اس چال کو تیرنے کے ساتھ بطور تشبیہ استعارہ بیان کیا ہے۔ ان تمام چیزوں سے اللہ کی قدرت کا ظہور ہوتا ہے۔"[10]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿﴾ وَ جَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا وَّ هُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿﴾[11]

ترجمہ: اور زمین میں ہم نے ہی بوجھل پہاڑ رکھ دیے کہ ان کو لے کر ادھر اُدھر نہ جُھکنے پائے اور اس میں ہم نے کشادہ رستے بنا دیے تا کہ لوگ راہ پائیں۔ اور ہم نے ہی آسمان کو ایک محفوظ چھت بنا دیا اور وہ ہیں کہ ہماری آسمانی نشانیوں سے منہ پھیر لیتے ہیں۔

مولانا عبد الحق حقانی فرماتے ہیں:

"ان آیات میں ابتدائے آفرینشِ عالم کا اشارہ ملتا ہے جس کو کلام الٰہی میں بے شمار مقامات پر بیان فرمایا گیا۔ یہاں اجمالاً بیان کیا جاتا ہے کہ مادہ اثیریہ یعنی ایتھر سب ایک جگہ جمع تھا۔ آسمانوں اور زمینوں کا مادہ مجتمع تھا۔ اس میں سے آسمانوں کو جُدا کر دیا۔ اور زمین کو جُدا یعنی اس میں سے کسی قدر سے آسمان بنا دیے۔ کسی قدر سے زمین پھر زمین کی مخلوقات، حیوانات و نباتات کو زندہ کیا۔ فی الحقیقت اگر انسان تھوڑی دیر ان عجائب قدرت میں غور کرے جو اُس نے آسمانوں میں رکھی ہیں تو سب معلوم ہو جائے کہ اس پردۂ زنگاری میں کوئی ہے جو کارپردازی کر رہا۔" [12]

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّا كُلَّ شَيۡءٍ خَلَقۡنٰهُ بِقَدَرٍ ﴿﴾[13]

ترجمہ: بے شک ہم نے ہر چیز اندازے سے بنائی ہے۔

مولانا عبد الحق حقانی فرماتے ہیں:

"یہ آیت صاف دلالت کر رہی ہے کہ ہر چیز کا خالق اللہ ہے اور اُس نے ہر چیز کا اندازہ اور پورا پیمانہ اور حد بھی ملحوظ رکھی ہے۔ مشرکین تمام حوادث کو ستاروں کی تاثیرات اور اُن کے اتصالات سے پیدا ہونا خیال کرتے تھے۔ اور اللہ کے سوا اوروں میں بھی قدرت ثابت کرتے تھے۔ اس لیے ان کو بھی قدریہ کہا جاتا ہے اور بعض لوگ اپنے افعال میں خود کو مستقل قادر سمجھتے ہیں۔ یہ عقیدہ آج کل کے مشنریوں اور بعض ہنود کا ہے۔ اور مسلمانوں میں بھی ایک فریق تھا جس کو قدریہ کہتے تھے وہ قضاء و قدر کے منکر ہیں۔ اور فرقہ معتزلہ بھی ان کے قریب قریب ہے۔ ایک دوسرا فرقہ جس کو جبریہ کہتے ہیں ان کا عقیدہ تھا کہ بندہ محض بے بس ہے۔ جو کچھ ہم سے سرزد ہوتا ہے اس طرح سے ہوتا ہے کہ جیسا مرتعش کا ہاتھ ہلنے میں بے خود اور مجبور ہو کر حرکت کرتا ہے۔ مگر اہلِ سنت والجماعت کا فریق نہ قدر کا قائل ہے نہ جبر کا وہ کہتے ہیں اس کائنات کا نظام جس طرح چل رہا ہے یا چلے گا یہاں تک کہ ہمارے افعال اور حرکات ان کا بھی رب العزت کو ازل سے ہی علم تھا۔ بندے کو اختیار ہے مگر اس اختیار میں مستقل نہیں۔ اس کے جمیع افعال کا بھی خالق ہے۔ بندہ سبب ہے اس کسب پر اس کو ثواب و عذاب ملتا ہے۔" [14]

مولانا عبد الحق حقانی کا فرقہ جبریہ، قدریہ اور معتزلہ کے عقائد کی تردید:

فرقہ ٔقدریہ تمام حوادث کا منبع ستاروں کی تاثیرات اور ان کے اتصالات کو قرار دیتے ہیں اور اللہ کے سوا اوروں کی بھی قدرت ثابت کرتے تھے۔ اسی طرح فرقہ معتزلہ بھی انہی کے زیادہ قریب تر ہے۔ ایک فرقہ جس کو جبریہ بھی کہا جاتا ہے۔ اُن کا عقیدہ یہ تھا کہ بندہ محض بے بس ہے۔ جو کچھ ہم سے سرزد ہوتا جیسے مرتعش کو ہاتھ ہلنے میں بے خود اور مجبور ہو کر حرکت کرتا ہے۔ ان نظریات کی تردید میں مولانا عبد الحق حقانی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات پر ہر طرح سے قادر اور حکمران ہے۔ اس کا حکم نافذ ہونے میں کوئی بھی دیر نہیں لگتی۔ اس بات کو اس آیت میں بیان فرمایا: وَ مَاۤ اَمۡرُنَاۤ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمۡحٍۭ بِالۡبَصَرِ (القمر:50) کہ ہمارا حکم ایک ہی کلمہ ہے وہ ہے کُن اور جب ہم ہونا کا حکم کرتے ہیں تو وہ فوراً ہو جاتا ہے۔

سر سیّد احمد خان کہتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے یہودیوں اور عیسائیوں اور ممکن ہے کہ مشرکین کو بھی یہ مخاطب کر کے فرمایا ہو کہ اُس نے چھ دن میں دنیا پیدا کی ہے۔ وہی اللہ ہے مخاطبین کے مسلمہ امر سے اللہ کے ہونے پر اور اس کی عظمت اور استحقاق عبادت پر استدلال کیا ہے۔ نہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ اُس نے چھ دن میں دُنیا کو پیدا کیا ہے۔“ [15]

سر سید احمد خان فخر الدین رازی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت وَ لَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ﳓ وَّ مَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ (قٓ:38) ان چیزوں کا چھ دن میں پیدا ہونا ممکن نہیں ہے کہ اس کو صانع کے وجود کے اثبات پر دلیل بنایا جائے۔ اوّل یہ کہ ان محدث یعنی پیدا ہوئی چیزوں سے وجود صانع پر دلیل ہونے کی وجہ یا یہ ہے کہ وہ پیدا شدہ ہیں یا یہ ہے کہ ممکنات میں سے ہے یا دونوں باتیں اس کی دلیل ہیں۔ لیکن اس بات کا کہ وہ چھ دن میں پیدا ہوئی ہیں یا ایک دن میں اس سے بلاشبہ دلیل پر کچھ اثر نہیں ہے۔

یہ بیان صراحت کے ساتھ ظاہر کرتا ہے کہ لفظ ستۃ ایام صرف نقلاً مخاطبین کے اعتقاد یا اذہان کے مطابق آیا نہ کہ بطور بیانِ حقیقت پس لفظ ستۃ ایام کا کلام مقصود بالذات نہیں ہے بلکہ بطور نقل و حکایت اعتقاد مخاطبین آیا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کا کام نہ حقائقِ اشیاء سے بحث کرنے کا ہے اور نہ اُن چیزوں پر رد و قدح کرنے کا جو فی الواقع حقائقِ اشیاء کے بر خلاف ہیں۔ پس خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ کی نسبت جو کچھ مخاطبین کا اعتقاد اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف تھا کہ وہ صرف تھک کر اس کا رام کر دینا تھا۔ اُسے مٹانا ایک پیغمبر کو بہ لحاظ اپنے منصبِ پیغمبری کے ضرور تھا۔ چنانچہ اُس کو الفاظ” وَّ مَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ “ سے مٹا دیا۔ اس لیے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ لفظ ستۃ ایام کا قرآن مجید میں بطورِ حقیقت کے واقع ہے۔[16]

اسی طرح سر سید احمد فرماتے ہیں:

”تورات میں جو چھے دن میں دنیا کا پیدا کرنا بیان ہوا ہے اس پر سخت اعتراضات کئے گئے ہیں۔ اور علمی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ چھے دن میں دُنیا پیدا نہیں ہوئی بلکہ بہت زیادہ عرصے میں پیدا ہوئی ہے۔ وہ دلیلیں ایسی مستحکم تھیں کہ ٹل نہیں سکتی تھیں۔ اس لیے عیسائی علماء نے کبھی تو کہا کہ ہر ایک دن کی مقدار ہزار ہزار برس کی تھی مگر یہ زمانہ بھی دنیا کے پیدا ہونے کے لیے کافی نہ اس لیے آخر کار اُنھوں نے دن کے معنی ایک زمانہ لیے ہیں۔ جس کی مقدار مقرر نہیں۔“ [17]

سر سید احمد خان کا چھے دن میں دنیا پیدا کرنے کے بارے میں نقطۂ نظر:

آپ فرماتے ہیں کہ جہاں لفظ ستۃ ایام آیا ہے اُس سے صرف نقلاً مخاطبین کے اعتقاد یا اذہان کو مدِ نظر رکھا گیا ہے۔ نہ کہ بطورِ بیانِ حقیقت لایا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ [18]

ترجمہ: اللّٰہ ہے جس نے آسمانوں کو بلند کیا بے ستونوں کے کہ تم دیکھو پھر عرش پر اِستوا فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے

مولانا ثناءاللہ امر تسری فرماتے ہیں:

”اہلِ سنت نے کہا کہ عرش کا استویٰ صحیح ہے۔ یہ اللہ کی ایک صفت ہے۔ لہٰذا جس نے یہاں اپنے خیال اور وہم و قیاس میں

کوئی صورت باندھی اُس نے کفر کیا۔ جیسے اُسے کی ذات ہر گمان سے پاک ہے۔ اس آیت میں وجودیوں کے عقیدہ باطلہ کی بھی تردید ہے۔ اور کھلے طور پر اللہ پاک کا مخلوقات سے جُدا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ وجودی ہر چیز میں اللہ کا وجود مانتے ہیں جو بالکل غلط عقیدہ ہے۔"[19]

مولانا ثناء اللہ امر تسری کا وجودیوں کے بارے میں نقطۂ نظر:

مولانا ثناء اللہ امر تسری فرماتے ہیں کہ وجودی جو ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کے وجود کو ثابت کرتے ہیں آپ نے اُن کی اس بات کو رد کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا مخلوقات سے جدا ہونا ثابت کیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَہُوَ الَّذِیۡ مَدَّ الۡاَرۡضَ[20]

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا۔

مولانا ثناء اللہ امر تسری فرماتے ہیں:

"یہاں عالمِ سفلیٰ کے تذکرہ کو اجاگر کیا جا رہا ہے اللہ تعالی نے زمین کو طول و عرض میں پھیلا کر بچھا دیا ہے اور اس کے اندر بڑے بڑے پہاڑ بھی گاڑ دیے ہیں تا کہ اس کی مضبوطی قائم رہے۔ اس میں دریا اور چشمے بھی جاری کیے ہیں جس کی بنا پر ہر قسم کے پھل پھول اور مختلف قسم کے درخت اس سے مستفید ہو سکیں۔ زمین کے ٹکڑے ملتے جُلتے ہیں۔ قدرتِ خدا دیکھیے کہ ایک قطعے سے نشو و نما اور اسی طرح دوسرے سے کچھ بھی نہ ہو جبکہ ایک کی مٹی سُرخ دوسرے کی سفید۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بھی تخلیق قدرت کی نشانی ہے اور بتلاتی ہے کہ فاعل حقیقی خود مختار، مالک الملک اور ایک ہی خدا خالق کُل ہے۔"[21]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَوَلَمۡ یَسِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ فَیَنۡظُرُوۡا کَیۡفَ کَانَ عٰقِبَۃُ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ[22]

ترجمہ: اور کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا کہ دیکھتے کہ ان سے اگلوں کا انجام کیسا ہوا

مولانا ثناء اللہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

"چونکہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ تخلیق قدرت کا نشان اور اس کی وحدانیت و ربوبیت کی واضح گواہی دے رہا ہے۔ اسی لیے ارشاد ہوا کہ اشیاء موجودات میں تفکر و تدبر کیا کرو۔ اور قدرت خدا کی ان نشانیوں سے اس مالک حقیقی کو پہچانو۔ اسی طرح کبھی عالم علویٰ کا نظارہ کرو کبھی عالمِ سفلیٰ پر نظریں ڈالو، کبھی اور مخلوقات کی پیدائش کو سمجھو کہ یہ تمام چیزیں عبث اور بے کار پیدا نہیں کی گئیں۔ بلکہ رب نے انھیں بطور فائدہ بنایا ہے۔"[23]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مِنۡ اٰیٰتِہٖۤ اَنۡ تَقُوۡمَ السَّمَآءُ وَ الۡاَرۡضُ بِاَمۡرِہٖ[24]

ترجمہ: اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ اس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں

مولانا ثناء اللہ امر تسری فرماتے ہیں:

"اس زمانہ میں قوم جہال نے وجودِ آسمان سے انکار کرنا شروع کر دیا کیونکہ ان کے حواس سفلیٰ کو عالمِ علویٰ تک بالکل رسائی

نہیں ہے اور ان کا نفس ان کو آمادہ کرتا ہے کہ تم ہر چیز سے باہر ہو اور فرمایا کہ من جملہ دلائلِ قدرت کے تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف ہے۔ چنانچہ اس ملک ہندوستان میں مختلف قطعات کے حساب سے بے شمار مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں حالانکہ باہم بہت کم فاصلہ ہے اور ہر ایک زبان کے مخارج والفاظ اور اس کے صنائع وبدائع کم وبیش متفاوت ہیں اور ہر ایک نوع بنی انسان میں افراد کے رنگ مختلف ہیں سبحان اللہ یہ عجیب قدرت ہے کہ عقول حیران ہیں اور نیچر بے شعور۔ لہٰذا اس معاملہ قدرت میں جاننے والوں کے لیے بے شمار نشانیاں ہیں۔"[25]

مولانا ثناء اللہ امر تسری کا زمین و آسمان کی تخلیق سے متعلق نقطۂ نظر:

مولانا ثناء اللہ امر تسری فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان کو اُس کی بلندی کے ساتھ پیدا کرنا، مہتاب وستارے وغیرہ کو زمین کی چھت کے طور پر پیدا کرنا اور زمین کو بمنزلہ مرکز دائرہ قرار دینا یہ صاف ظاہر کرتا ہے کہ جسمانی حواس اس سے تجاوز نہیں کر سکتے۔ لہٰذا زمین وآسمان کی تخلیق اللہ تعالیٰ ہی کی شان ہے۔[26]

مشترکات:

- مولانا ابو الکلام آزاد نے یہ حقیقت واضح کی ہے کہ آسمان وزمین کی ہر چیز کسی ایسی ہستی کی موجودگی کی شہادت دے رہی ہے کہ جس نے جو کچھ بنایا حکمتوں اور مصلحتوں کے ساتھ بنایا۔[27]
- مولانا عبد الحق حقانی فرماتے ہیں کہ آفتاب کی مختلف حرکات اور مختلف طور پر طلوع وغروب کرنے میں، رات دن کے پیدا ہونے اسی طرح مہتاب کی حرکات مختلف طور پر طلوع وغروب بھی اللہ تعالیٰ کے موجد ہونے کی گواہی دے رہے ہیں۔[28]
- مولانا ثناء اللہ امر تسری فرماتے ہیں کہ کائنات کی ہر شے تخلیق قدرت کا نشان ہے۔ اور اس کی وحدانیت اور ربوبیت پر واضح گواہی دے رہی ہے۔ اور موجودات میں غور کرنے سے اس کے خالق ہونے پر کامل یقین ہوتا ہے۔[29]

ممیزات:

- مولانا ابو الکلام آزاد نے تکوینِ کائنات کے حوالے سے قدرت وحکمت الٰہی کے تین مرتبے بیان کیے ہیں۔ اجرامِ سماویہ کو پیدا کرنا، ان کے احکام وقوانین نافذ کرنا، ان احکامات کو مختلف تدابیر کے ساتھ نافذ کرنا ہے۔[30]
- مولانا عبد الحق حق حقانی فرماتے ہیں کہ زمین گویا فرش اور آسمان اُس کی چھت ہے اور یہ ایک عمدہ گھر ہے۔ پھر یہ تمام مخلوق جو اس کی نعمتوں سے فائدہ اُٹھا رہی ہے بجز اللہ تعالیٰ کے کس نے پیدا کی ہیں۔[31]
- مولانا ثناء اللہ امر تسری فرماتے ہیں کہ آسمان کو اُس بلندی کے ساتھ پیدا کرنا، مہتاب وستارے وغیرہ کو زمین کی چھت کے طور پر پیدا کرنا ، یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی شان ہے۔[32]

تفردات:

- مولانا آزاد ابتدائے آفرینشِ عالم کے بارے میں بعض علماء کے اقوال نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مادۂ اثیریہ یعنی ایتھر سب ایک جمع تھا آسمانوں اور زمین کا مادہ مجتمع تھا اس میں سے آسمانوں کو جُدا کر دیا یعنی اس میں سے کسی قدر آسمان بنا دیے اور کسی قدر زمین۔[33]

- مولانا عبد الحق حقانی نے فرقہ معتزلہ، فرقہ جبریہ و قدریہ کے نظریات کی تردید کی ہے اور کہا کہ اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے اور ہو گا یہاں تک کہ ہمارے افعال و حرکات ان کا بھی اللہ کو ازل میں علم تھا۔ بندے کو اختیار ہے مگر اس اختیار میں مستقل نہیں۔ اس کے جمیع افعال کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔[34]
- سر سید احمد خان کا زمین و آسمان کے چھے دنوں میں پیدا کرنے کے بارے میں یہ نظریہ ہے کہ یہ اُن مخاطبین کا بطلان ہے جو کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ساتویں دن آرام کرتا ہے۔ لہٰذا اس کا یہ مطلب نہیں کہ لفظ ستۃ ایام کا قرآن مجید میں بطور بیانِ حقیقت کے واقع ہے۔[35]
- مولانا ثناء اللہ امرتسری نے وجودیوں کے نظریے کی تردید کی ہے۔[36]

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 international license.

حواشی و حوالہ جات

[1] مظہری، آیت اللہ شہید مرتضیٰ، الٰہی تصور کائنات، مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور، پاکستان، ص7

[2] موریس بوکائیے، بائبل قرآن اینڈ سائنس، وقاص پبلشرز 2012، ص208

[3] سورۃ مریم، 35/19

[4] سورۃ الرعد، 13/3-2

[5] آزاد، ابو الکلام، "ترجمان القرآن"، مکتبہ اخوت، لاہور، ج2، ص332

[6] آزاد، ابو الکلام، ترجمان القرآن، ج2، ص332

[7] سورۃ الانبیآء، 30/21

[8] سورۃ نوح، 14/71

[9] آزاد، ابو الکلام، ج2، ص232

[10] حقانی، عبد الحق، تفسیرِ حقانی، الفیصل ناشران و تاجران، کتب لاہور، ج5، ص212

[11] سورۃ الانبیآ، 31/21
[12] حقانی، عبد الحق، تفسیرِ حقانی، ج5، ص210
[13] سورۃ القمر، 49/54
[14] حقانی، عبد الحق، تفسیرِ حقانی، ج7، ص12
[15] سر سید احمد خان، تفسیر القرآن ھو الھدیٰ والفرقان، خطبات سر سید مجلس ترقی ادب، لاہور، ج2، ص122
[16] تفسیر القرآن ھو الھدیٰ والفرقان، ج2، ص122
[17] ایضاً، ص120
[18] سورۃ الانبیآ، 31/21
[19] ثنااللہ امر تسری، تفسیر ثنائی، دارالاشاعت، اُردو بازار، کراچی، ص297
[20] سورۃ الرعد، 3/13
[21] تفسیر ثنائی، ص298
[22] سورۃ الروم، 9/30
[23] تفسیر ثنائی، ص486
[24] سورۃ الروم، 25/30
[25] تفسیر ثنائی، ص487
[26] ثناءاللہ امر تسری، تفسیر ثنائی، ص297
[27] آزاد، ابو الکلام، ترجمان القرآن، ص332
[28] حقانی، عبد الحق، تفسیر حقانی، ص210
[29] ثناءاللہ امر تسری، تفسیر ثنائی، ص298
[30] آزاد ابو الکلام، ترجمان القرآن، ص232
[31] حقانی، عبد الحق، تفسیر حقانی، ص210
[32] ثناءاللہ امر تسری، تفسیر ثنائی، ص297
[33] آزاد ابو الکلام، ترجمان القرآن، ص232
[34] حقانی، عبد الحق، تفسیر حقانی، ص210
[35] سر سید احمد خان، تفسیر القرآن ھو الھدیٰ والفرقان، ج2، ص122
[36] ثناءاللہ امر تسری، تفسیر ثنائی، ص297